اداریہ

(۱)

دہشت گردی

آرمی پبلک سکول پشاور کے واقعہ نے پوری حکومت اورعوام کو ہلا کر رکھ دیا۔ سب اس حیرت میں مبتلا ہیں کہ دین کو استعمال کر کے اتنی سخت تخریب کاری کیسے ممکن ہو رہی ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس کے شواہد اور واقعات سے گزشتہ تاریخ بھری پڑی ہے۔ عبداللہ بن سباء یہودی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دور میں بظاہر مسلمان ہوا اور نوجوانوں میں اپنا تحریکی کام شروع کیا۔ حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اس کی تحریک نے زور پکڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیٹا محمد بن ابوبکر اپنے ساتھیوں سمیت اس منافق یہودی کے پروپیگنڈے کا شکار ہوا اور اس کے مخلص مریدوں میں شامل ہوا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ پر جن پانچ آدمیوں نے قاتلانہ حملہ کیا ان کی قیادت محمد بن ابوبکر ہی کر رہا تھا اور خالص دینی اور اصلاحی جذبے اور نیت سے یہ سب کچھ کر رہا تھا اور اس نوعمر بیچارے محمد بن ابوبکر کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایک یہودی کے ہاتھوں میں اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بچہ جمورا کی طرح کھیل رہا ہے۔

عبداللہ بن سباء کی تحریک حضرت علیؓ کے دور میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ خوارج کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔ ان میں سے اکثر قرآن کی تفسیر جاننے والے تھے اور سارے عبادت گزار تھے۔ ان کے ساتھ جنگِ نہروان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا انتہائی شدید اور خونریز معرکہ ہوا۔ یہ سارے خارجی عبداللہ بن سباء کے دیئے ہوئے جذبہٗ جہاد کے تحت لڑے۔ شیرِ خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اگر اس فتنے کا خاتمہ نہ کرتے تو بعد میں بیس سال تک انتہائی امن و امان کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت کرنے کو موقع کبھی نہ مل سکتا۔ مشہور خارجی ابنِ مُلجم نے عبداللہ بن سباء یہودی کے دئے ہوئے دینی جذبے کے تحت ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر کے انھیں شہید کیا۔ یہ خارجی مکمل پابندِ صوم وصلوٰۃ اور ذاکر وشاغل آدمی تھا۔

حسن بن صباح کی مشہور تحریک جسے حشیشین کی تحریک کہا جاتا ہے، جس کا مرکز قزوین کے علاقے میں قلعہ الموت تھا، اس تحریک میں بھی کم فہم نوعمر نوجوانوں کو دینی جذبات کے تحت ہی شکار کیا گیا اور ان نوجوانوں کے ذریعے دنیائے اسلام کی اہم علمی، سیاسی اور دانشور شخصیات کو شہید کرایا گیا۔ مدرسۂ نظامیہ بغداد کی بانی شخصیت حضرت مولانا نظام الملک رحمتہ اللہ علیہ جو حکومتِ وقت کے وزیرِ اعظم بھی تھے کو انہی نوجوانوں نے شہید کیا۔

بوقتِ ضرورت کفر اس ہتھیار کو استعمال کر کے اپنوں کو ہی اپنوں کے خلاف استعمال کرتا ہے اور 'لوہا لوہے کو کاٹتا ہے' کی مثال کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس سانحے نے پھانسی کی سزا کو نافذ کرنے کے لئے حکومت کو تیار کر لیا، شریعت کے جس فرض حکم کو بیرونی امداد کے ملنے کی ضروری شرط کے طور پر معطل کیا ہوا تھا۔

(۲)

چاروں طرف سے جنید جمشید صاحب کے واقعے کے بارے میں سوالات کی بوچھاڑ ہوتی رہی۔ اس سے جو کوتاہی ہوئی اس کا اس نے اعتراف کر لیا اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر معافی مانگ لی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ صاحب ایک عرصہ سے ایک اصلاحی تحریک میں چل رہے ہیں۔ اس چلنے کے دوران ان صاحب کی اتنی تربیت نہ ہوئی کہ ان کو مقامِ اولیاء، مقامِ صحابہ اور مقامِ انبیاء کا

فہم پیدا ہوا ہوتا اور بات کرنے کے دوران اِن شخصیات کی حیثیت کو سامنے رکھ کر بات کرتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ تحریک کے بانی حضرت مولانا الیاس رحمتہ اللہ علیہ قابل، ذہین اور متبحر عالم ہونے کے باوجود عرصۂ دراز تک حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کے زیرِ نگرانی طریقۂ تصوف میں زیرِ تربیت رہے اور اس راہ کی منزلوں کو طے کیا اور مجاہدات کو برداشت کیا یہاں تک کہ راہِ تصوف وسلوک کی بھی کامل شخصیت بنے۔ اللہ نے ان سے عظیم الشان تحریک چلوائی جس کے لئے انھوں نے اہم اُصول مقرر کیے، جن میں چار مہینے لگانے کے بعد مشائخِ تصوف وسلوک سے بیعت ہو کر تفصیلی ترتیب سے گزر کر اپنی تربیت کرانی ضروری قرار دی۔ بعد میں جب خالص تحریکی حضرات چھا گئے تو انھوں نے اس بات کو نظرانداز کر دیا۔

دنیا کے لحاظ سے کوئی مشہور شخصیت اگر تحریک میں شامل ہو جاتی ہے تو اسے فوراً میدان میں نکال کر اس کے ذریعے اور لوگوں کو تحریک میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس مشہور شخصیت سے بیانات کرائے جاتے ہیں اور اس کو اپنی تفصیلی و تکمیلی تربیت کا موقع نہیں ملتا۔ ایسا آدمی کام تو کرتا ہے لیکن کسی وقت اس سے اس طرح کی غلطیوں کے سرزد ہونے کا پورا امکان ہوتا ہے۔ پرائمری پاس سے پرائمری پاس کا ہی کام لینا چاہیئے اور میٹرک پاس سے میٹرک پاس کا ہی کام لینا چاہیئے، اُس کو ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں کی جگہ بٹھا دیا جائے تو اس کے نقصانات ظاہر و باہر ہیں۔ پھر خاص طور پر چار مہینے لگانے کے بعد اگر آدمی اپنے آپ کو علماء، مشائخ اور مفتیوں سے برتر محسوس کرنا شروع کر دے اور یہ زعم اور نظریہ لے لے کہ یہ اتنا اونچا کام ہے کہ باقی ساری چیزیں اس شاہراہ کی پگڈنڈیاں ہیں اور باقی سارے حضرات داعی کی فہم وفراست کے آگے گرد ہیں تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سقوطِ ڈھاکہ

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

دسمبر ۱۹۷۱ء کے دن تھے۔ مشرقی پاکستان میں شورش برپا تھی۔ ہماری جماعت سہ روزہ کے لئے ایبٹ آباد گئی۔ ہری پور کے بعد گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی گاڑی کو روشنیاں بند کرنے کا حکم ہو گیا کیونکہ انڈیا مغربی پاکستان پر بھی حملہ اور بمباری شروع کرنے والا تھا۔ جماعت کے ایک برخوردار نے بندہ سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک چاند ہے جو دو ٹکڑے ہو گیا۔ خواب سے مجھے پریشانی لاحق ہوئی کہ اللہ ملک کے لئے خیر کرے۔ کسی دوسرے بزرگ کی طرف سے اطلاع آئی کہ انھوں نے خواب میں مشرقی پاکستان کا نقشہ دیکھا، اس پر لکھا ہوا تھا سَنُهْلِكُ الْاَرْضَ وَ اَهْلَهَا یعنی ہم اس زمین اور اس کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ آخر فوجی جرنیل یحییٰ خان، جو اپنی ذمہ داری کو چھوڑ کر ملک کا صدر بن بیٹھا تھا، جس کی بدتدبیری اور انتہائی تجربہ کار سیاستدانوں بشمول مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب اور ولی خان صاحب کی بات نہ ماننے کے نتیجے میں ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔

میں فائنل ایئر ایم بی بی ایس میں پڑھ رہا تھا۔ اس واقعے نے تو سر پر ہتھوڑے بجا دئے اور ہوش و حواس اڑا دئے۔ بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو تحریکِ پاکستان کے صفِ اول کے مجاہد تھے اور قائدِ اعظم کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے سات دن تک روتے رہے۔ کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ اس وقت کے تبلیغی جماعت کے مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں کے امیر حضرت شفیع قریشی صاحبؒ باڑہ (خیبر ایجنسی) کے اجتماع میں اس خبر کے غم کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔ اس وقت میں ہی حضرت کے پاس بیٹھا ہوا معالج ڈاکٹر تھا۔ حضرت نے آخری بات مجھ سے ہی کی۔ حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ نے فرمایا: ”قریشی

صاحب پاکستان کے غم میں پھٹ کر جاں بحق ہوا۔‘‘

پورے ملک پر سوگ چھایا ہوا تھا۔ اس غم اور دکھ کو دور کرنے کے لئے رائیونڈ والے حضرات نے دوسو آدمیوں کا ایک قافلہ چلایا جس نے پورے ملک کا دورہ کیا۔ قافلہ جب پشاور پہنچا تو پشاور شہر کے اجتماع میں حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کا درج ذیل خواب پورے اجتماع کو سنایا۔

جناب رسول اللہ ﷺ ایک مکان میں مشرق کی جانب رخ کئے ایک منبر پر تشریف فرما ہیں۔ میں آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہوں اور ایک دبلے پتلے، گورے چٹے بزرگ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ بھی حاضرِ خدمت ہے، ایک عالمِ دین کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پاکستان کے حالات بیان کر رہے ہیں۔ واقعات سناتے ہوئے جب وہ یہ کہتے ہیں ’’پھر یا رسول اللہ! ہندوستان کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں۔‘‘ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لیتے ہیں اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے لگا تار آنسو بہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر تمام محفل پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور بعض حضرات تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے ہیں۔

کچھ دیر بعد آپ ﷺ علماء کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر اِرشاد فرماتے ہیں: ’’اس حادثۂ عظیم پر ملائکہ بھی غمزدہ ہیں مگر ان کو تمہارے اعمال کی بدولت تمہاری مدد کے لئے نہیں بھیجا گیا۔‘‘ پھر آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا، آپ ﷺ فرماتے ہیں ’’تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری اِس مملکت میں میری نبوت کا مذاق اُڑایا گیا، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک واہانت کی گئی۔‘‘ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اے جماعت علماء! اُمت کو میرا پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم اور تکبر نہیں چھوڑیں گے، اغنیاء جب تک بخل، حق تلفی، بے حیائی ترک نہیں کریں گے، علماء کتمانِ حق، حرصِ دنیا، ریا کاری، خودنمائی سے باز نہیں آئیں گے،

عورتیں جب تک بدکاری، ناچ رنگ، فحش گانے، شوہروں کی نافرمانی اور عریانی و بے پردگی نہیں چھوڑیں گی اور پوری قوم جب تک جھوٹی گواہی، غیبت، زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری اور اعمالِ شرک سے توبہ نہیں کرے گی۔ خوب یادرکھو! اس وقت تک عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھے ان باتوں کے ترک کرنے کی ضمانت دو، میں تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی کی ضمانت اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں، لیکن اگر تم اب بھی ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو تو خوب یادرکھو! عنقریب ایک سخت ترین عذاب بصورتِ نفاق آنے والا ہے، جس سے تمہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔'' (العیاذ باللہ، العیاذ باللہ) اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الانفال کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اورتم ایسے وبال سے بچو جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

(بحوالہ: عکسِ جمیل صفحہ ۴۲۷)

جب اس خواب کا تذکرہ ہوا تو بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ اس خواب والی آیتوں کی انہیں بھی خواب میں تلقین کی گئی تھی۔

مدرسہ اشرفیہ عزیزیہ لُند خوڑ کا افتتاح

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے مدرسہ کا افتتاح ہوگیا۔ افتتاح جناب حضرت مولانا حبیب الحق صاحب خلیفۂ مجاز جناب مفتی فرید صاحب رحمتہ اللہ علیہ و امیر جماعتِ تبلیغ مردان مرکز کے ہاتھوں ہوا۔ حضرت نے تفصیلی تقریر فرمائی اور اہلِ مدرسہ کو خاص ہدایات دیں۔ آخر میں اپنی پُرشفقت دعاؤں سے نوازا۔ اللہ حضرت کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے کہ انھوں نے باوجود بیماری اور معذوری کے اتنی تکلیف اُٹھائی۔

عبادات اور منہج اعتدال (یعنی درمیانی راہ) (قسط۔۲)

(مولانا محمد طفیل صاحب، مدرس مظاہر العلوم، بابری بانڈہ، کوہاٹ و مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی، کوہاٹ)

روزہ اور منہج اعتدال

ارکانِ اسلام میں دوسرا اہم رُکن روزہ ہے۔ ماقبل میں ایک روایت سے روزہ میں غلو کی تردید ہے۔ ایک طرف روزے میں تفریط ممنوع ہے، ہر عاقل، بالغ، صحتمند پر ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اس کے علاوہ نو، دس محرم اور ذوالحجہ کے پہلے عشرے، شوال کے چھ ایام، پندرہ شعبان اور ایامِ بیض کے نفلی روزوں کی بھی ترغیب ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک روزہ رکھنا آدمی کو جہنم سے ستّر سال کی مسافت کے برابر دور کر دیتا ہے۔ (مسلم:1153) مگر حضور ﷺ نے نفلی روزوں میں بھی حد اعتدال سے تجاوز کو ناپسند فرمایا ہے اور اتنے نفلی روزے رکھنا جن کی وجہ سے جسم کو نقصان پہنچے، حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کوتاہی کے حالات بن رہے ہوں شرعاً غلو اور افراط کے زمرے میں ہے۔

ہمارے حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم سے کسی ساتھی نے سوال کیا کہ حضرت ذکر و مراقبہ میں نیند آئے تو کیا کریں، حضرت نے فرمایا کہ سو جایا کریں، نیند اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، ایسا ذکر و مراقبہ جس سے جان پہ تکلیف بن رہی ہو اور نفس کا حق ضائع ہو رہا ہو مناسب نہیں بلکہ آرام کر کے معمولات نشاط کے وقت پورے کر لینے چاہیئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے عبداللہ! کیا مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی کہ تم دن بھر روزہ رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو'' (حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں یا

رسول اللہ!'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو روزہ رکھا بھی کرو اور چھوڑا بھی کرو، رات کو عبادت بھی کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے، جو مسلسل روزہ رکھتا ہے تو اُس نے روزہ ہی نہیں رکھا، ہر ماہ میں تین روزے رکھا کرو اور ہر ماہ میں ایک قرآن پورا کرلیا کرو۔ فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کیا کہ مجھے تو اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا افضل روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا رکھ لیا کرو، (یعنی) ایک دن روزہ اور ایک دن افطار (کرلیا کرو) اور ہر سات دن میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو اور (دیکھو) اس سے زیادہ نہ کرو۔ (ابوداؤد:2427) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما عمر زیادہ ہونے کے بعد تمنا کرتے تھے کہ اے کاش! میں حضور ﷺ کی پہلی رخصت کو قبول کرلیتا کیونکہ بڑھاپے میں یہ معمول نبھانا مشکل ہوگیا تھا۔

اسی طرح اگر بیماری اور تکلیف کا اندیشہ ہو تو تب بھی روزہ رکھنا افراط اور غلو ہوگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے، آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے اور ایک شخص پر سایہ کیا جارہا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' عرض کیا گیا کہ ایک روزہ دار ہے (جسے گرمی اور سفر کے باعث تکلیف ہوگئی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ (ابوداؤد:2407)

آج کل یہ بے اعتدالی سامنے آئی ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت کی طرف سے دی ہوئی جائز رخصت اختیار کرتا ہے تو بعض لوگ اُسے عیب گردانتے ہیں اور تقویٰ کے زعم میں رخصت اختیار کرنے والے کو ملامت بھی کرتے ہیں حالانکہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے تو روزہ رکھنے والا چھوڑنے والے پر عیب نہ لگاتا اور نہ روزہ چھوڑنے والا رکھنے والے پر ملامت کرتا۔ (ابوداؤد:2405)

بلکہ بعض حالات میں روزہ چھوڑنے والے خدمت کی وجہ سے اجر و ثواب میں بڑھ گئے جیسا کہ ایک سفر میں روزہ رکھنے والے صحابہؓ تو تھکاوٹ اور پیاس کی وجہ سے ستانے بیٹھ گئے اور روزہ چھوڑنے والوں نے خیمے نصب کئے، سواریوں کو پانی پلایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج روزہ چھوڑنے والے اجر میں بڑھ گئے۔(مسلم:1119)

غرض شریعت کا مزاج اعمال صالحہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ حد اعتدال کو قائم رکھنا ہے، کیونکہ اعتدال ہی صراط مستقیم ہے، ایسے مواقع پر مناسب انداز میں اگر غلو اور افراط سے روکا جائے تو بہت مفید ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابو الدرداؓ کے درمیان مؤاخات (بھائی بندی) قائم فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ حضرت ابو الدرداؓ کے گھر آئے تو ان کی اہلیہ کو دیکھا کہ خراب کپڑے پہنے ہوئے ہیں (اس وقت تک پردے کے احکام نہیں آئے تھے) پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو انکی اہلیہ نے کہا کہ آپ کے بھائی ابو الدرداؓ کو تو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ حضرت ابو الدرداؓ گھر واپس آئے تو حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اُن کے لیے کھانے کا انتظام کر کے کھانا پیش کیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ انھوں نے جواباً کہا: میں تو روزے سے ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ پھر (بعد میں) دونوں نے کھایا۔ جب رات کو سونے کا وقت ہوا تو حضرت ابو الدرداؓ عبادت کے لئے کھڑے ہونے لگے تب حضرت سلمانؓ نے کہا: ''ابھی سو جاؤ، وہ سو گئے، پھر اُٹھنے لگے تو حضرت سلمانؓ نے پھر کہا کہ ابھی سو جاؤ، پھر جب آخر شب ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے حضرت ابو الدرداؓ سے فرمایا: ''اب اُٹھ جاؤ۔'' دونوں اُٹھے اور تہجد کی نماز پڑھی، پھر حضرت سلمانؓ نے فرمایا: بے شک تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے گھر والوں کا بھی تم پر حق ہے اور تم ہر صاحبِ حق کو اُس کا حق دیا کرو۔ پھر حضرت ابو الدرداؓ نبی

کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ نقل کیا، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سلمان نے بالکل ٹھیک کیا۔'' (ترمذی:2413)

الغرض عبادات میں راہِ اعتدال یہ ہے کہ فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ کا تو آداب و شرائط کے ساتھ بھر پور اہتمام ہو اور نوافل میں اس قدر انہماک ہو جو حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس کی ادائیگی میں مخل نہ ہو۔ شارع علیہ السلام نے تو فرض نمازوں کو بھی اس ترتیب پر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے جس میں مخلوقِ خدا کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت معاذؓ کا واقعہ کتبِ حدیث میں معروف ہے کہ آپؓ عشاء کی نماز طویل پڑھایا کرتے تھے جسکی وجہ سے مقتدیوں کو تکلیف ہوئی کیونکہ وہ کاشتکار لوگ تھے اور سارا دن کھیتوں میں مزدوری سے تھکے ماندے ہو کر لوٹتے۔ مقتدیوں کی شکایت پر حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو ان الفاظ میں سرزنش فرمائی: ''یٰا معاذ! افتان انت؟'' اے معاذ! کیا آپ فتنہ پھیلاتے ہیں؟ (یعنی اس عمل سے تو لوگ متنفر ہوں گے) پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو اوساط یعنی والشّمس والضّحٰی وغیرہ سورتیں پڑھنے کا فرمایا۔ (مسلم:465) اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت کے اعمال میں غلو و افراط کسی طرح گوارا نہیں۔

حج اور منہج اعتدال

حج کو لے لیں، اسلام کا عظیم رکن اور ایک عاشقانہ و والہانہ عبادت ہے جس کا ایک ایک منسک عشق و محبت کی یادگار اور جان و تن فدا کرنے کا مراقبہ ہے اور یہ ایک مشکل عبادت بھی ہے کیونکہ یہ اظہارِ عشق ہے اور عشق کی راہیں بڑی کٹھن ہوتی ہیں۔ لیکن شریعتِ مطہرہ کو صرف اس میں اتنا ہی جذبۂ عشق اور مشقت مطلوب ہے، جس قدر شریعت نے لازم و واجب قرار دی ہے۔ اگر کوئی عشق و محبت کے نام پر اُن حدود سے تجاوز کرے جو شریعت نے مقرر کر دی ہیں تو یہ تجاوز مقبول نہیں بلکہ غلو اور افراط کہلائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس تاریخ کی صبح (جس دن

جمرہ عقبہ پر رمی کی جاتی ہے) مجھ سے فرمایا کہ میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، میں نے آپ کے لیے کنکریاں چنیں جو درمیانے جسامت کی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''ہاں اسی جیسی، ہاں اسی جیسی، اور خبردار! تم لوگ دین میں غلو سے بچنا کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہی ہلاک کیا تھا۔'' (ابن ماجہ:3029)

اس واقعہ میں حضور ﷺ نے کنکریوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے انتخاب کو پسند فرمایا اور ساتھ ہی یہ زریں اُصول بھی ارشاد فرمایا دیا کہ کنکریاں چننے جتنا معمولی معاملہ ہی کیوں نہ ہو اس میں بھی حد اعتدال کو قائم رکھنا ضروری ہے اور اسے قائم نہ رکھنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ قومیں بدعات میں پڑ کر اور نت نئی پابندیوں کو دین سمجھ کر اُن میں مبتلا ہوتی جاتی ہیں اور بالآخر دین کا حقیقی تصور بھول جاتی ہیں۔

ہمارے اُستاد محترم مفتی محمود اشرف عثمانی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ آج سے چالیس سال پہلے جمرات کے ستون لمبائی میں چھوٹے تھے اور ان کا احاطہ بھی چھوٹا اور کھلا ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حج میں دیکھا کہ ایک نوجوان صاحب جمرہ پر رمی کرنے کے بعد اس کے ستون پر چڑھ گئے اور اپنا جوتا نکال کر اس ستون کو جوتے سے پیٹنا شروع کر دیا، وہ کافی دیر شیطان کے خلاف اپنے اس جذبہ کا اظہار کرتے رہے۔ جو حاجی شیطان کو کنکریاں مار رہے تھے وہ اس کے ننگے سر پر لگ رہی تھیں مگر وہ اپنے کام میں منہمک تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں سوچتا رہا کہ شیطان دشمنی میں ان کا یہ جذبہ قابل قدر ہے یا شیطان اُس کو اِس کام میں لگا کر خود انھیں نقصان پہنچا رہا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا: ان کا یہ کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ انھوں نے نذر مانی تھی کہ میں پیدل حج کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرے اور آپ نے اس کو حکم دیا کہ سوار ہو جائے۔

(بخاری:6701)

ظاہر کہ اس ضعیف العمر صحابیؓ کا یہ فعل تقرب الٰہی کے لئے خالص عشق ومحبت کی بنیاد ہی پر تھا لیکن یہ ایک اضافی پابندی تھی جو حقوق النفس سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ شرکائے سفر کے لئے بھی پریشانی کا باعث تھی اس لیے آپ ﷺ نے اسے ختم کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج میں خطبہ دینے کے دوران ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ابواسرائیل ہیں، انہوں نے منت مانی تھی کہ یہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں اور سایہ میں نہیں جائیں گے اور کسی شخص سے بات نہیں کریں گے اور روزہ رکھتے رہیں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انھیں حکم دو کہ یہ لوگوں سے بات کرلیں، سایہ میں چلیں جائیں اور بیٹھ جائیں اور روزہ مکمل کرلیں۔'' (بخاری:6704)

اس روایت میں بھی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اضافی پابندیوں کو گوارا نہیں فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کے پاس گزرے جو لگام کے ذریعے دوسرے انسان کو کھینچ رہا تھا اور اسکی ناک میں نکیل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُسے کاٹا، پھر اُسے حکم دیا کہ تم اس کا ہاتھ پکڑ کر ہمراہ رکھو۔ (بخاری:6703)

اس طرح نفس کو ذلیل کرنے والے کام عموماً دورِ جاہلیت کے لوگ رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے کرتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اس ''غلو'' کو اپنے دستِ مبارک سے ختم فرمایا۔

(جاری ھے)

مُراقبۂ موت

قیصر و اسکندر و جم چل بسے — زال اور سحراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے — سب دکھا کر اپنا دم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ)

ملفوظاتِ شیخ ۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ (قسط ۔۶۴)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعلق ایک عظیم سرمایہ:

فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تعلق ایک عظیم سرمایہ ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی کنجی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے ظاہری باطنی اصلاح کی ضرورت ہے اور اعمال میں لگنے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر، تلاوت کو ہی اعمال سمجھا جاتا ہے حالانکہ ساری زندگی مختلف اعمال کا مجموعہ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے علاوہ بھی بعض باتیں فرض واجب درجے کی ہیں جن میں کوتاہی کرنا کبیرہ گناہ کے زمرے میں آتا ہے لیکن اس طرف ہم اہلِ علم، مشائخ اور معاشرے کے دانشوروں تک کو دھیان ہی نہیں ہوتا۔

انسان کے اہم فرائض میں سے ایک فریضہ اپنی جان کی حفاظت ہے۔ یہ جان ہماری اپنی نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی امانت ہے۔ بلا وجہ اس کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا۔ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:۱۹۵) ترجمہ: اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔ جدید سہولتیں اور جدید آلات جہاں سہولتیں لائے ہیں وہاں انسان کو خطرات میں بھی مبتلا کیا ہے۔ ان سہولتوں اور آلات کے خطرات جان لیوا حد تک ہیں۔ اپنے سامنے گزرے ہوئے چند واقعات غور کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

(۱) خیبر میڈیکل کالج کے ہاسٹل کے غسل خانوں کے پانی گرم کرنے والے سوئی گیس کے گیزر سے ساری رات گیس لیک ہوتی رہی۔ صبح ہاسٹل کا مالی ڈیوٹی پر آیا، اُس کے اوزار غسل خانوں والی عمارت میں تھے۔ اُس نے بجلی کی ٹیوب لائٹ جلائی، ٹیوب کے شعلے سے گیس نے آگ پکڑی، زور کا دھماکہ ہوا، مالی مکمل جل گیا اور ہسپتال پہنچتے ہی وفات پا گیا۔

(۲) کبیر میڈیکل کالج کی لیبارٹری میں صبح سویرے ٹیکنیشن آیا، بجلی کی ٹیوب جلائی، رات کو

سوئی گیس بھر گئی تھی کیونکہ گیس کے پائپ کا والو (valve) کسی کی کوتاہی سے کھلا رہ گیا تھا۔ دھماکہ ہوا، آدمی کو آگ لگی جو جلدی قابو کر لی گئی، آدمی تو بچ گیا لیکن بجلی کے تاروں کے جلنے کی وجہ سے ادارے کا لاکھوں کا نقصان ہو گیا۔

(۳) تین نوعمر ڈاکٹر صاحبان جو ایف سی پی ایس پارٹ ٹو کی سپیشلسٹ کی ٹریننگ کر رہے تھے، راستے پر جا رہے تھے کہ اُن میں سے ایک گر پڑا۔ باقی دو کو حیرت ہوئی، اُٹھایا تو سر سے ایک جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی کلاشنکوف کی ہوائی گولی سے موت واقع ہو گئی۔

(۴) برخوردار سید عاطف الرحمان زرعی یونیورسٹی کے ایکس ای این کے صاحبزادے کی انتہائی دردانگیز شہادت کا واقعہ بھی اسی طرح ہوا۔ موصوف کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ گرمی کے موسم کی وجہ سے سوئی گیس کا ہیٹر ہٹا دیا گیا تھا۔ سونے کی حالت میں پیر سوئی گیس کے والو کو لگ گیا جس سے وہ کھل گیا اور کمرے میں گیس بھر گئی۔ برخوردار اُٹھے، دروازہ کھولا اور گیس کو جلدی نکالنے کے لئے پیڈیسٹل پنکھے کا بٹن دبایا جس سے شعلہ نکلا، فوری آگ لگ گئی، پورا بدن جل گیا اور وفات ہو گئی۔

ان واقعات پر غور کیا جائے کہ سردیاں گزرنے کے بعد کیا گیس کے ان والوں کو نکال کر گیس کے ان سوراخوں کو مکمل بند کرنا فرض واجب ہے کہ نہیں ہے؟ اور اس فرض واجب کو نظر انداز رکھنا گناہِ کبیرہ ہے کہ نہیں ہے؟ جب یقین کی حد تک یہ بات معلوم ہے کہ کلاشنکوف کی گولی گرنے تک ٹھنڈی نہیں ہوتی اور اُس سے انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے تو کیا کلاشنکوف سے ہوائی فائر کرنا اقدامِ قتل ہے کہ نہیں ہے؟ اور ایسا کرنے والا قاتل ہے کہ نہیں ہے؟

جب اگلی گاڑی سے مناسب فاصلہ نہ ہو اور اگلی گاڑی کے اچانک بریک لگانے سے پچھلی گاڑی کے ٹکرانے کا خطرہ ہو اور ماہرین نے بتا دیا ہو کہ اتنی رفتار پر اگلی گاڑی سے اتنا فاصلہ رکھنا ہے تو اتنا فاصلہ نہ رکھ کر اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کا گناہ کیا گناہِ کبیرہ

ہے کہ نہیں ہے؟

دوسری گاڑی سے آگے نکلنا(overtake) ایسے حال میں جبکہ نکلنے کے لئے محفوظ حالات نہ ہوں اوراس طرح اپنے آپ کواوردوسروں کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنا گناہِ کبیرہ ہے کہ نہیں ہے؟ کسی مسلمان کوصرف ڈرانے کے لئے محض ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے۔

محکمے نے سڑک کی مختلف جگہوں پر گاڑی کی رفتار متعین کر کے لکھ کرلگائی ہوئی ہے کیونکہ اُسی رفتار سے گاڑی چلاتے ہوئے یہ خوداوردوسرے لوگ اس سے محفوظ ہوں گے۔کیاان رفتاروں کونظرانداز کرنااوراُن کی پابندی نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے کہ نہیں؟

آدمی نماز روزے کا تو بہت پابند ہو، ذکراذکار بھی خوب کرتا ہوتو کیا مندرجہ بالاکوتاہیوں کوکرتے ہوئے اس کواللہ ﷻ کا تعلق مل سکے گا؟

زمین کی برکات:

فرمایا کہ گاؤں میں زمینداری کا رواج ہوتا ہےتو چھوٹے بچوں نے بھی اپنے لئے ایک ایک، دودو بالشت کے کھیت بنائے ہوتے ہیں۔بچے بڑوں کو جوکام کرتا ہوادیکھتے ہیں ویسے ہی کھیل بناتے ہیں۔میرے بھتیجے نے بھی اپنے لئے دو بالشت کا کھیت بنایا۔اس میں اس نے کدوا گائے۔دو پودے نکلے۔وہ اکثر میرا پوچھتا رہتا تھا کہ چچا کہاں ہوتا ہے، کبھی آتا بھی ہے کہ نہیں؟ اُس کو بتایا کہ وہ پشاور میں ایک بڑے بزرگ کی خدمت میں ہوتا ہے۔اس کو حضرت مولانا صاحبؒ سے ملنے کا بڑا شوق ہوتا تھا۔پھر پوچھتا کہ یہ بزرگ کیا ہوتے ہیں؟ بتایا گیا کہ بزرگ اللہ کے خاص تعلق والے لوگ ہوتے ہیں، دُعا کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے، دَم کرتے ہیں تو شفا ہوتی ہے۔اس کو بڑی خوشی ہوئی۔جب میں گاؤں گیا تواس نے کہا کہ میں نے کدو کاشت کئے ہیں، اب تم ایسا دَم کرنا کہ اس پر بہت سے کدوآجائیں۔وہ ایک لوٹا پانی لے کرآگیا۔میں نے سوچا کہ یہ اس بچے کی معصوم تمنا ہے اوراس کا جواعتقاد ہے بزرگوں پراور ہمارے دَم پرتو اللہ تعالیٰ اس کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔میں

نے غور کیا کہ کدو کے بارے میں کوئی آیت آئی ہوئی ہے تو سورۃ الصافات کی آیت یاد آئی وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ کہ ہم نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل اُگائی۔ میں نے گیارہ بار درود شریف پڑھا پھر یہ آیت گیارہ بار پڑھی اور پھر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر اس کے لوٹے پر پھونک ماری۔ اس نے جا کر وہ پانی اپنے کھیت میں ڈال دیا۔ ان دو پودوں پر اتنے کدو آئے کہ خود بھی کھاتے تھے اور لوگوں میں بھی تقسیم کرتے تھے اور وہ ختم ہونے کو آتے ہی نہیں تھے۔ سُبحان اللہ! ایک بالشت کا کھیلنے کا کھیت دیکھو اور اس کی فصل کو یہ سنبھال نہیں سکتے۔ اس زمین پر ایسی برکت کا زمانہ گزرا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک جوڑا بچوں کا صبح پیدا ہوتا تھا اور ایک شام کو۔ چوبیس گھنٹوں میں انسانوں کی دو ڈیلوریاں ہوتی تھی۔ جس وقت عیسیٰ علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو اعمال اس حد تک درست ہو جائیں گے کہ ان کے چالیس سالہ دورِ خلافت میں لوگوں کے دلوں میں بھی ایک دوسرے کے لئے بغض نہیں ہوگا۔ اس کے نتیجے میں ایسی برکت آئے گی کہ سانپ بچھو کا زہر ختم ہو جائے گا۔ یہ جو ہم غیبت کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں اُن کا زہر بنتا ہے۔ ایک اُونٹنی کا دودھ ایک قوم کے لئے کافی ہوگا اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کے لئے کافی ہوگا، اتنا بڑا انار پیدا ہوگا کہ اس کو دو ٹکڑے کر کے اُونٹ پر لادا جائے گا۔ زمین پر ہل چلانے کی ضرورت نہیں ہوگی ایسے ہی بیج پھینکیں گے اور فصل ہوگی۔ سُبحان اللہ! زمین سے ایسی برکات ظہور پذیر ہوں گی۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شانِ مبارک:

فرمایا کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے کہ اس اکیلے کی گواہی دو کے برابر ہوا کرے گی۔ یہ واقعہ یوں تھا کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرضہ دیا ہوا تھا۔ وہ قرضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دیا تھا لیکن اس وقت کوئی گواہ موجود نہیں تھا۔ وہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے کے لئے آیا کہ میرا قرضہ واپس کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ادا کر دیا ہے۔

اُس نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ گواہ تو کوئی تھا نہیں۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بحث سنی تو انھوں نے کہا میں گواہ ہوں۔ یہ سن کر وہ یہودی بھاگ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ تو وہاں نہیں تھے، آپ کس طرح گواہی دے رہے ہیں؟ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے کہنے پر ہم نے اللہ کو مان لیا ہے، آخرت کو مان لیا ہے، اتنی بڑی باتوں کو تسلیم کرلیا ہے تو جب آپ خود فرما رہے ہیں کہ پیسے دئے ہوئے ہیں تو ہمیں اور کس ثبوت کی ضرورت ہے، اس لئے میں گواہی دے رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ان کی گواہی آئندہ دو کے برابر ہوا کرے گی۔

فیض روح، قلب اور باطن پر اثر انداز ہونے والی چیز ہے:

فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان نہیں کیا کرتے تھے لیکن آدمی جا کر ملتا تو ہاتھ ملاتے ہی انسان کو اپنے باطن میں تبدیلی آنا محسوس ہو جاتی تھی۔ میں جا کر بیٹھتا تو تھوڑی دیر میں یہ حال ہو جاتا کہ گویا میری کتے سے بھی زیادہ معمولی حیثیت ہے اور اگر حضرت صاحبؒ فرما دیں کہ اس ڈاکٹر فدا کے گلے میں رسی ڈال کر دروازے پر باندھ دو تو بس یہی میری حیثیت ہے۔ یہ ان کی مجلس کی تاثیر ہوتی تھی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساری عمر حدیث پڑھاتے رہے۔ فرماتے تھے کہ جلسوں وغیرہ میں میں نے کبھی تقریر نہیں کی لیکن اللہ کی شان کہ جو محنت مجاہدہ کر کے اپنے باطن کو بنایا اور اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا کیا تو بارہ سال قطب الارشاد رہے۔ ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ایک واحد بندہ ہوتا ہے جو اس دور کا قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ ایک قطبِ مدار ہوتا ہے۔ آخری عمر میں مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ یا مدینہ منورہ میں مدرسہ شرعیہ میں آپؒ ایک چھوٹی سے کمرے میں بیٹھتے تھے۔ لوگوں کی اتنی آمدورفت ہوتی تھی کہ آدمی کو صرف پانچ منٹ ملتے تھے مصافحہ کر کے بیٹھنے کے لئے۔ آپؒ کسی سے بات نہیں فرماتے تھے، صرف مصافحہ کرتے تھے۔ پانچ منٹ کے بعد اعلان ہوتا تھا کہ یہ لوگ اُٹھ کر چلے جائیں تاکہ اور لوگوں کو جگہ ملے۔ ہم جا کر وہاں بیٹھے

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی معیت میں تو آدمی نے کہا کہ پشاور کے مولانا اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ آئے ہیں تو انھوں نے حضرت مولانا صاحبؒ سے حال احوال پوچھا اور دو تین باتیں کرلیں۔ جونہی پانچ منٹ گزرے اعلان ہوا کہ پہلے لوگ نکل جائیں تاکہ نئے لوگ آئیں۔ ہم اُٹھنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیں۔ ہم لوگوں کو مجلس کا موقع ملا۔ یہ شعاعوں (Radiations) کی طرح معاملہ ہوتا ہے۔کینسر کے مریض کو لے جاکر اِرنم ہسپتال میں بٹھاتے ہیں، مشینوں کو گھما گھما کر اُس کی Dose سیٹ کرتے ہیں، شعائیں مشین سے نکل کر مریض کو جاکر لگتی ہیں، نہ نکلتے ہوئے پتہ چلتا ہے، نہ آتے ہوئے اور نہ لگتے ہوئے پتہ چلتا ہے لیکن جب ایک ہفتہ مسلسل یہ ہوتا ہے تو تاثیر کا پتہ چل جاتا ہے کہ کینسر سکڑ گیا ہے، درد غائب ہوگیا ہے اور بیماری دُرست ہونے کے حالات ہو رہے ہیں۔ اسی طرح فیض بھی روح، قلب اور باطن پر اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ جوش وخروش الگ چیز ہے۔ کیفیات جب آتی ہیں تو اس کے ساتھ جوش وخروش طاری ہوتا ہے اور فیض جب آتا ہے تو اس کے ساتھ انوارات ہوتے ہیں۔ فیض کے ساتھ جوش و خروش طاری ہونا ضروری نہیں، اس کے ساتھ آدمی کے دل کا حال بدلتا ہے اور عملِ خیر کی توفیق ہوتی ہے۔

یہ واقعہ میں نے آپ کو بارہا سنایا ہے کہ ہمارے ایک ساتھی ڈاکٹر ہیں، جب بھی ان کے پاس جانا ہوتا ہے تو تکبیرِ اولیٰ فوت ہوجاتی ہے کیونکہ مریضوں میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ تکبیرِ اولیٰ کا دھیان ہی نہیں ہوتا۔ پہلی، دوسری یا تیسری رکعت میں جاکر شامل ہوتے ہیں حالانکہ تکبیرِ اولیٰ کا ضائع ہونا بہت بڑا نقصان ہے۔ ایک آدمی کہے کہ میں فلاں جگہ پر بیعت ہوں، بہت زیادہ ذکر اذکار کرتا ہوں، وظائف پڑھتا ہوں، تہجد پڑھتا ہوں، ایک گھنٹہ چشتیہ سلسلے کا ذکر کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ، یہ ساری باتیں بہت مبارک ہیں لیکن فرض نماز کی تکبیرِ اولیٰ کا بدل نہیں۔ میں جب بھی اُس ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتا ہوں تو جاتے ہی یہ مذاکرہ شروع کردیتا ہوں کہ تکبیرِ اولیٰ بہت ضروری

بات ہے اور اس کے بارے میں آیا ہے کہ اَلتَّکْبِیْرَۃُ الْاُوْلیٰ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَافِیْھَا یعنی تکبیرِ اولیٰ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اس کی پابندی بہت ضروری بات ہے۔ یہ کہہ کر میں بیٹھتا تو دھیان رہتا اور توفیق ہو جاتی اور جس دن یہ کہنا بھول جاتا تو تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جاتی۔ میں اُس سے مذاق میں کہتا کہ یہ تیرا فیض ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ ضائع کرا دیتا ہے۔

یہاں تک کہ آدمی کی نفسیاتی بیماری دوسرے کو منتقل ہو سکتی ہے، ایک کے اعصاب کا عکس دوسرے پر آتا ہے۔ ہمارے ایک بزرگ آتے ہیں جو بہت اللہ کے تعلق والے ہیں مگر ہیں مجذوب۔ اُن کی توجہ کی تاثیر سے آدمی پر جنون کی کیفیت طاری ہوتی ہے، اگر کوئی کمزور اعصاب والا ہو اور جنون کی کیفیت اگر پکی ہو جائے تو بس گیا، یا مجنون ہو جائے گا یا مجذوب۔ بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ بچپن میں اگر میں ایک نماز میں کسی کے ساتھ کھڑا ہوتا تھا اور دوسری نماز میں بھی اُس کے ساتھ کھڑا ہو جاتا تو میری سخت پٹائی ہوتی تھی کہ تو کیا لوگوں کے ساتھ تعلق قائم کر رہا ہے، شکل وصورت کے بھی بہت خوبصورت تھے، کیونکہ آدمی کے دل کا حال دوسرے پر گرتا ہے اور بار بار کے ساتھ سے پکا ہو سکتا ہے۔ سوائے اکابرین کے کسی کے باطن پر دھیان کرنے کے لئے والد صاحب نے چھوڑا ہی نہیں۔

ولیموں کو بھی ھم نے نام و نمود کے پروگرام بنا دیا ھے:

فرمایا کہ ولیموں کو بھی ہم نے نام ونمود کے پروگرام بنا دیا ہے۔ اگر حیثیت پچاس، سو آدمیوں کے ولیمے کی ہے تو کہتے ہیں کہ بے عزتی ہوتی ہے، پانچ سو ہونے چاہئیں۔ ایک آدمی نے پانچ سو آدمیوں کے ولیمے کا آرڈر دیا یہ جو بڑا مشہور ہوٹل ہے اُس میں۔ اُس زمانے میں ایک آدمی کا خرچہ دو سو روپے تھا تو پانچ سو آدمیوں کے اڑھائی لاکھ روپے ہو گئے۔ اُس کے مہمان آئے کوئی دو ڈھائی سو کے قریب۔ باقی خرچہ مفت میں ہو گیا اور یہی بچا ہوا کھانا پھر یہ ہوٹلوں والے فریزر میں سنبھال لیتے ہیں اور ہفتہ دو ہفتے چلاتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ بے وقوف اگر پوچھتا تو ہم

اسے کہتے کہ آپ جو ایک لاکھ روپے خرچ کرنا چاہتے ہیں تو آپ اتنے بڑے اِدارے کے سربراہ ہیں، انتظام آپ خود کرتے اور ایک دن اپنے ادارے کے کلاس تھری، فور ملازمین کے لئے کھانے کا بندوبست کرتے، اس پر کوئی دس ہزار خرچہ آتا اور اپنے کلاس ون افسروں اور باقی مہمانوں کا بھی خرچہ کوئی پچاس ہزار تک آتا، چالیس ہزار پھر بھی بچ جاتے۔ تو یہ ہوتا ہے نام ونمود کے لئے۔

جب ایک دفعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور شان دل میں آجائے، جناب رسولُ اللہ ﷺ کی محبت دل میں آجائے اور اعمال صالحہ پر آدمی پکا ہوجائے تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے کہ مسائل حل نہ ہوں:

فرمایا کہ ایک اَن پڑھ میواتی تھا تو وہ تبلیغ والوں کو ہدایات دے رہا تھا کہ بھائیو! جس بس کا انجن خراب ہوگیا ہو، اُس کو دھکا دیتے ہیں، دیتے ہیں اور اُوپر تک چڑھاتے ہیں اور اس کے پیچھے پتھر رکھتے ہیں اور پھر آگے دھکا دینے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اگر پتھر نہ رکھیں تو لڑھک کر پھر اسی جگہ پر آجائے گی جہاں سے چلی تھی اتنی جو محنت کی ہوئی تھی ساری بے کار چلی جائے گی۔ دینی محنت اگرچہ بیکار نہیں جاتی، اللہ نے لکھ دی ہے لیکن جس جگہ تک ترقی ہوئی تھی اس جگہ سے آدمی پھسل کر نیچے آجاتا ہے۔ اگر آدمی پورا ساتھ نہ دے اور آنا جانا نہ رکھے تو آدمی پھسل جاتا ہے۔ سچ بات ہے کہ ہم بھی اس ماحول کے محتاج ہیں، ہمارے بھی جذبات بدل جاتے ہیں۔ آدمی کو پتہ ہی نہیں چلتا اس کے جذبات بدل جاتے ہیں۔ اس لئے رابطہ رکھنا ہوتا ہے اور انشاء اللہ جب ایک دفعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی اور شان دل میں آجائے، جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں آجائے اور اعمال صالحہ پر آدمی پکا ہوجائے تو کوئی وجہ ہی نہیں ہے کہ مسائل حل نہ ہوں، بالکل کوئی وجہ ہی نہیں ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو نوازیں گے۔ آپ اس کو حاصل کرنے کی نیت کریں اگرچہ اس میں مشکلات پیش آئیں گی لیکن حاصل کرنے کے بعد جب اس کے فوائد سامنے آئیں گے اور جو زندگی بنے گی، آخرت کی اور دنیا کی، اس کا جواب نہیں ہے۔ اس کی آپ نیت کریں۔

(جاری ہے)

حرمِ مکہ کی ایک مجلس

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم)

اللہ کے احسان سے حرمِ مکہ میں بیت اللہ شریف سے شمال کے رُخ میزابِ رحمت (بیت اللہ شریف کی چھت کا پرنالہ) کی طرف ہمارے سلسلے کی ایک مجلس مغرب تا عشاء ہوتی ہے۔ ہمارے حضرتؒ کے خلیفہ حاجی عبدالمنان صاحب عرصہ دراز سے یہ مجلس چلا رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کا درس اسی جگہ ہوا کرتا تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس جگہ حاجی صاحب کے متعلقین میں سے کوئی نہ کوئی بیٹھتا رہا ہے۔ بندہ کی جب بھی حج کی حاضری ہو، ہر روز بلا ناغہ اس مجلس میں شرکت ہو جاتی ہے۔ اس دفعہ اچانک علامہ اقبال کا تذکرہ چل پڑا۔ حاجی عبدالمنان صاحب نے بتایا کہ دو کتابوں ''حیاتِ مغفور'' مولانا عبدالستار نیازی اور ''حیاتِ انور'' (سوانح حیات حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ) میں یہ تذکرہ آیا ہوا ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی وفات سے تین دن پہلے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بیعت کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ میں نے سب گناہوں سے توبہ کی اور ڈاڑھی منڈانے سے بھی توبہ کی۔ اس پر میں نے یہ بات عرض کی کہ میرے دوست مولانا قاضی فضلِ واحد صاحب جو آج کل حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی مسجد کے امام ہیں نے مجھے یہ بات بتائی کہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی خلیل احمد صاحب ریٹائیرڈ ڈین فیکلٹی آف اگریکلچر، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان کے بیٹے جمیل نے بتایا کہ ہمارے ایک واقف کار علامہ اقبال مرحوم کے جنازہ میں شریک تھے اور انھوں نے بتایا کہ انھوں نے کفن میں علامہ اقبال کو ڈاڑھی کے ساتھ دیکھا ہے۔

حاجی عبدالمنان صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک مرحوم صاحب کا ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ ڈاکٹر مرتضیٰ ملک صاحب عمرہ کے بعد مجھ سے ملے اور بتایا کہ کلامِ اقبال

پڑھ رہا تھا، اتنا متاثر ہوا کہ میں نے یہ عمرہ علامہ اقبال کی طرف سے ہی کیا۔ جب مروہ پر عمرہ کی سعی کا آخری چکر مکمل ہوا تو ایک واقف شخص کھڑے تھے جن کا مروہ کے قریب ہی گھر تھا، مل کر بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے: ''ڈاکٹر مرتضیٰ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے پاس بہت کتابیں ہیں، خاص طور سے اقبالیات پر بہت کتابیں ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسا اہل آدمی ملے جسے میں یہ ساری کتابیں دے دوں۔ اللہ کا شکر ہے آپ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ وہ ساری کتابیں مجھ سے لے لیں۔''

اگلی بات حاجی عبدالمنان صاحب نے یہ بتائی کہ کلامِ اقبال کو مصر میں عربی شاعری میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بتانے لگے کہ یہاں مکہ مکرمہ میں انھوں نے خود مصری عرب نوجوانوں کو جھوم جھوم کر لے اور سُر کے ساتھ اپنے موبائلوں سے کلامِ اقبال کو پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

وہ عشقِ نبی کا مَت والا (متوالا: دیوانہ)

اسلام کا شعلہٗ جوالہ (جوالہ: جلتا ہوا)

جو رویا امت کے غم میں

اقبال اسلام کا شہ بالا (شہ بالا: دولھے کا دوست)

(اشعار حضرت ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب

(صفحہ نمبر ۲۵ سے آگے)

ذیابیطس (Diabetes) کے مریض شوگر ٹیسٹ کروا کر لگوائیں۔

گھٹنے میں سوجن ہو تو اس کے اوپر نہ لگوائیں۔

آنکھ کے اوپر، ٹوٹی ہڈی اور پھولی ہوئی رگوں کے اوپر نہ کروائیں۔

ہر بیس میں سے ایک مریض بلڈ پریشر فوراً کم ہو جانے سے بیہوش بھی ہو سکتا ہے اس لئے حجامہ لگوانے سے پہلے تمام باتوں سے آگاہ ہونا چاہئے۔

آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ شفاء صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اعتقاد کے ساتھ اس سنت کو اپنانا چاہئے۔ انشاء اللہ ضرور فوائد حاصل ہوں گے۔

حجامہ کی سنت کو زندہ کیجئے

(ڈاکٹر صائمہ ناز، ایم بی بی ایس، پی ایچ ڈی، ایسوسیئیٹ پروفیسر، ایناٹمی ڈیپارٹمنٹ، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اس رات فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزر ہوا، انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ اپنی امت کو حجامہ سے علاج کا حکم فرمائیں۔'' (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کی تقریباً اٹھائیس روایات ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ نے اپنی امت کو حجامہ کروانے کی نصیحت فرمائی۔ ان سب روایات کا یہاں تذکرہ کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں لیکن صحیح بخاری کی حدیث، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہارے تمام علاجوں سے بہتر علاج حجامہ ہے''، ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اس 'سنت' علاج کے بارے میں آگاہی حاصل کریں۔

جب ہم حجامہ کی بات کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں مختلف سوالات ابھرتے ہیں۔ اس مضمون میں ہماری کوشش ہے کہ ہم ان سوالات کے جوابات دے کر لوگوں کو نہ صرف اس طریقۂ علاج سے آگاہ کریں بلکہ اس سنت کو زندہ کرنے کی ترغیب بھی دیں۔

حجامہ کے متعلق سوالات یہ ہیں۔

(۱) حجامہ (Cupping) کیا ہے؟

حجامہ عربی زبان کا لفظ ہے جو حَجم سے نکلا ہے اور اس کا مطلب چوسنا (Sucking) ہے۔

(۲) حجامہ کی تاریخ (History) کیا ہے؟

یہ دنیا کا قدیم ترین طریقۂ علاج ہے جس کی تاریخ ساڑھے تین ہزار سال پرانی ہے۔ یہ مصریوں۔ یونانیوں، چینیوں اور پھر عرب میں اپنایا گیا۔ پھر یورپ اور امریکہ میں انیسویں صدی میں مقبول ہوا۔

(۳)　آج کے دور میں حجامہ کا کیا مقام ہے؟

یہ اب ایک بار پھر دنیا کے مختلف ملکوں میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ دنیا میں تقریباً چھے ہزار کالج جو کہ امریکہ، کینیڈا، جرمنی، برطانیہ اور ایشیا میں واقع ہیں وہاں حجامہ کو معاون علاج (Complementry Medicine) کے طور پر سکھایا جا رہا ہے۔

(۴)　حجامہ کروانے کا طریقہ کیا ہے؟

اس میں کپ کا استعمال ہوتا ہے جس کی مدد سے خلا (Vaccume) بنایا جاتا ہے۔ اس خلا میں جلد اوپر کو ابھر جاتی ہے اور اس میں خون جمع ہو جاتا ہے۔ پھر بلیڈ سے کٹ لگا کر اس خون کو کپ میں جمع کر لیا جاتا ہے۔

(۵)　اس کا Mechanism کیا ہے؟ (کیسے کام کرتا ہے)

چینیوں کی پرانی کہاوت ہے کہ ''جہاں رکاوٹ ہوتی ہے وہاں درد اور مسائل ہوتے ہیں، رکاوٹ کو دور کریں اور مسائل سے نجات پائیں۔'' حجامہ میں کٹ لگا کر زہریلا مواد خارج کیا جاتا ہے، سوزشی عناصر (Waste Matters) کو باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے، جسم کی شریانوں کی صفائی ہو جاتی ہے جس کو انگریزی میں Detox کرنا کہتے ہیں۔ اس لئے حجامہ کو آج کے دور کا بہترین ڈیٹاکس قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ہماری آلودہ ہوا، زہریلے کھانے، جسم کے اندر کی بیماریاں اور پریشانی (Stress) کے نتیجے میں خارج ہونے والے زہریلے مواد (Toxic Radicals) ہمارے جسم میں گڑبڑ کرتے ہیں اور ان کو باہر نکالنے کا ذریعہ حجامہ ہی ہے۔

(۶)　حجامہ کے فوائد کیا ہیں؟

حجامہ کے ان گنت فوائد ہیں لیکن سب سے پہلے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حجامہ میں علاج اور رحمت ہے۔ یہ یادداشت اور ذہانت کو تیز کرتا ہے اس لئے حجامہ کرواؤ۔''

(راوی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، ابنِ ماجہ)

فوائد: سر درد، شقیقہ (Migrane)، ڈپریشن (اضمحلال)، کندھوں کا درد، بلڈ پریشر، کمر کا درد، عرق النساء، گھٹنوں کا درد، الرجی، دمہ، نظامِ ہضم کی بیماریاں، کاہلی، سستی اور خاص کر زہر اور کالا جادو وغیرہ۔ صحت مند لوگ بھی کرواسکتے ہیں کیونکہ یہ سنت ہے اور بہت سی بیماریوں سے روکتا ہے۔

(۷) نبی کریم ﷺ نے کن مقامات پر حجامہ کروایا؟

آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک (بخاری شریف)، اپنی کمر مبارک کا (ابوداؤد)، گردن اور دونوں کندھوں کے درمیان کا (ترمذی، ابنِ ماجہ) حجامہ کروایا۔ اس کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کی حالت میں پاؤں پر حجامہ کروایا۔ (ابوداؤد) خیبر کے موقع پر جب آپ ﷺ کو زہر دیا گیا تو آپ ﷺ نے زہر سے نجات حاصل کرنے کے لئے حجامہ کروایا۔ (شمائل ترمذی)

(۸) حجامہ کے لئے احتیاطی تدابیر کیا ہیں؟

یہ بہت اہم سوال ہے کیونکہ اس طریقۂ علاج میں احتیاط لازم ہے۔ جیسا کہ آپ کو بتایا گیا کہ اس طریقے میں بلیڈ سے کٹ لگائے جاتے ہیں اس لئے خیال رکھنا چاہئے کہ نئے بلیڈ اور نئے کپ کا استعمال کیا جائے تاکہ ہیپاٹائٹس بی اور سی (Hepatitis B and C) اور ایڈز (AIDS) جیسی بیماریاں نہ پھیلیں۔

بچے اور معمر حضرات نہ لگوائیں۔

حجامہ سے پہلے مریض کی ہسٹری (History) ضروری ہے۔

Haemophilia کے مریض اور خون کو پتلا کرنے والی ادویات کا استعمال کرنے والے مریض حجامہ نہ لگوائیں۔

جگر اور گردوں کے شدید مریض نہ لگوائیں۔

کم فشارِ خون (Low B.P) کے مریض کمر کے قریب نہ لگوائیں۔

حاملہ اور ماہواری کی حالت میں خواتین نہ لگوائیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۲ پر)

آرمی پبلک سکول و کالج میں دھشتگردی کے

آنکھوں دیکھے واقعات

(۱)

(راوی: ڈاکٹر غلام فرید صاحب، ریٹائرڈ ڈائیریکٹر سعودی ہلال احمر، پشاور)

ہمارے محلے کے تبلیغی ساتھی بھائی سعید صاحب جو PAF سے ریٹائرڈ ہیں ان کا برخوردار عبداللہ جو حافظِ قرآن ہے اُس کا آرمی پبلک سکول و کالج میں سیکنڈ ایئر کا پرچہ تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ہم پرچہ حل کر رہے تھے کہ اتنے میں زبردست فائرنگ کی آواز سن کر ہال میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں باہر نکلا اور سٹاف روم میں گھس گیا جہاں پر ایک صوفہ، ایک میز اور کچھ کرسیاں تھیں۔ میرے ساتھ ایک اور بچہ بھی اندر آ گیا۔ وہاں تین ٹیچر اور چار استانیاں پہلے سے بیٹھے تھے۔ ہم نے اندر سے کنڈی چڑھا دی۔ ایک اُستانی چلا چلا کر یا علی مدد، یا علی مدد کے نعرے لگانے لگی۔ یہ آوازیں سن کر دہشت گردوں نے دروازہ توڑنا شروع کر دیا۔ میں اور وہ بچہ اور دو ٹیچر میز کے نیچے گھس گئے۔ اتنے میں دہشت گرد دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے۔ اس کمرے کے افراد تو محفوظ تھے۔ اس اہلِ تشیع ٹیچر کے نعرے سب کے لئے مصیبت کی بنیاد بنے۔ دہشت گردوں نے فائرنگ شروع کر دی جس سے ساری استانیاں اور ٹیچر شہید ہو گئے۔ ایک گولی میز کی لکڑی سے گزر کر بچے کی ناک کے پاس سے گزری اور دیوار پر جا لگی۔ پھر یہ گولی واپس مڑ کر میز کے نیچے چھپے ہوئے ایک ٹیچر کو لگی اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ اس افراتفری میں ایک ٹیچر نے مجھ سے کہا کلمۂ شہادت پڑھو کیونکہ میں کلمۂ شہادت بھول گیا ہوں، مجھے یاد نہیں آ رہا۔ جب میں نے پڑھنا چاہا تو مجھ سے بھی بھول گیا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ بے اختیار آیت الکرسی کا ورد زبان پر جاری ہو گیا۔ استاد صاحب کو بھی آیت الکرسی کی

تلقین کی اورانھوں نے بھی پڑھنا شروع کردی۔تقریباً! ڈیڑھ گھنٹے تک وردکرتا رہا یہاں تک کہ ہمیں ایمبولینس میں CMH لایا گیا۔

کل صبح فجر کی نماز میں بھائی سعید صاحب نے بتایا کہ دہشت کی وجہ سے بیٹا ساری رات نیند میں چیختا رہا اس لئے اس کو چند دنوں کے لئے گاؤں بھیج دیا تا کہ اس کا ماحول بدلے اور اثر زائل ہو۔

(۲)

(راوی: ڈاکٹر نسیم الحق صاحب، ای این ٹی سپیشلسٹ، لیڈی ریڈنگ ہسپتال، پشاور)

ڈاکٹر نسیم الحق صاحب لیڈی ریڈنگ ہسپتال نے واقعہ سنایا کہ ان کی ہسپتال کے سرجن ڈاکٹر نعیم صاحب کا بیٹا بھی آرمی پبلک سکول میں زیرِ تعلیم ہے۔اس نے بیان کیا کہ ان کی کلاس کے لڑکوں کو ایک لائن میں کھڑا کر کے گولیاں مار رہے تھے، بچے گرتے جارہے تھے، میں نے بھی زخمیوں کی طرح خود کو گرا دیا اور لاشوں کے ڈھیر میں گر پڑا اور وہیں بے سدھ پڑا رہا۔ چند گھنٹے بعد ریسکیو والے پہنچ آئے۔ جب لاشوں اور زخمیوں کو گاڑیوں میں لادنے لگے تب بھی میں اسی طرح پڑا رہا اور ایمبولینس میں ڈال کر ہسپتال کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ میں راستے میں اٹھ بیٹھا۔ مجھے زندہ سالم دیکھ کر سب کو خوشی ہوئی۔

اسی واقعہ میں اس بچے کی والدہ اور ڈاکٹر نعیم صاحب کی اہلیہ جو کہ سکول میں پڑھاتی تھیں، سر میں گولی مار کر شہید کر دی گئیں۔

(۳)

(راوی: مولوی بلال صاحب، مقیم خانقاہ)

میرے ناظرہ قرآن شریف کے شاگرد میاں محمد حاتم کے پھوپھی زاد بھائی محمد معاذ آرمی پبلک سکول میں پڑھتے ہیں۔ معاذ اس خونریز واقعہ میں سے صحیح سالم نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

مندرجہ ذیل کارگزاری انھوں نے سنائی۔

جب یہ افسوس ناک واقعہ شروع ہوا تو آٹھویں، نویں اور دسویں جماعت کو ہال میں فرسٹ ایڈ پر لیکچر دیا جا رہا تھا۔ لیکچر ایک میجر ڈاکٹر صاحب دے رہے تھے۔ ان کے ساتھ چار اور فوجی ساتھی بھی تھے۔ دورانِ لیکچر اچانک ہال کے پیچھے سے کچھ لوگ داخل ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے فائرنگ شروع کر دی اور ایک ایک بچے کو نشانہ بنا کر شہید کرتے رہے۔ میجر صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی لیکن میجر ڈاکٹر صاحب زخمی کر دئے گئے۔ دہشتگرد بچوں کو شہید کرتے ہوئے مجھ تک پہنچے۔ گولی مارنے سے پہلے کلمہ پڑھواتے اور قتل کر دیتے۔ میرے قریب پہنچ کر تھوڑی دیر کے لئے کھڑے ہوئے، ادھر اُدھر دیکھا اور ہال سے ایڈمنسٹریشن بلاک کی طرف بڑھے۔ میں نے ہمت کی اور ہال سے اپنی کلاس کی طرف دوڑا۔ میرا ایک دوست بھی ساتھ تھا۔ ہم دونوں الماری میں چھپ گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک چھپے رہے۔ اس دوران کسی کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی ہے تو لائن بنا کر باہر نکلے۔ ہم باہر نکلے، جب ہم سکول کی دیوار تک پہنچے تو پیچھے سے فائرنگ ہوئی۔ لائن میں چلتے آخری لڑکے کو گولی لگی اور شہید ہو گیا۔ میں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں فائرنگ کا رُخ دوسری طرف مڑ گیا اور ہم بچ کر ایک طرف کو چلے۔ میرا ایک بھائی سیکنڈ ایئر میں تھا۔ یہ لوگ اوپر کی منزل کے ہال میں امتحان دے رہے تھے۔ جب فائرنگ شروع ہوئی تو ان طلباء نے سمجھا کہ شاید جو فرسٹ ایڈ کا پروگرام ہے کوئی اس کا مظاہرہ (Rehearsal) ہو رہا ہے۔ طلباء نے استاد صاحب سے کہا کہ مظاہرے کے جواب میں ہم بھی نعرۂ تکبیر نہ بلند کریں؟ استاد صاحب نے منع کیا اور خاموشی سے پرچہ حل کرنے کا کہا۔ جب فائرنگ وغیرہ مزید تیز ہوئی تو نیچے دیکھنے پر پتہ چلا کی معاملہ کچھ اور ہے۔ اس خاموشی کا یہ فائدہ ہوا کہ اوپر کے سارے بچے بچ گئے اور صحیح سالم گھروں کو واپس ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

نیو ایئر نائٹ ...... بداعمالیوں کی سیاہ رات

(مولانا محمد طفیل صاحب، مُدرس مظاہر العلوم، بابری بانڈہ، کوہاٹ و مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی، کوہاٹ)

پستی کے ناسور کی بنیادی وجہ

جب کسی فرد کی سوچ اور فکر کا معیار پست ہو جائے تو پستی کا ناسور پوری قوم پر اثر انداز ہو جاتا ہے اور یوں رفتہ رفتہ ساری قوم اس ریلے میں بہہ پڑتی ہے۔ یہی صورتحال اکثر ایشیائی اور افریقی ممالک کی ہے جہاں کچھ عناصر ایمان بالمغرب کی پست سوچ اختیار کرتے ہوئے اہلِ مغرب سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں اور انتہائی ٹھوس منصوبہ بندی کے ساتھ مغربی تہذیب کا زہر ملک و ملت کی رگوں میں منتقل کر رہے ہیں۔

اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ان ممالک پر عرصہ دراز تک مغربی قوموں یا مغاربہ کا تسلط رہا ہے اور وہ یہاں سے مذاکرات کی جنگ ہار کر گئے ہیں اور یہ بات تاریخ سے ثابت ہے، کہ جس قوم نے بھی آزدی بزورِ شمشیر حاصل کی ہے تو دشمن اپنی تہذیب و ثقافت سمیت بوریا بستر گول کر کے وہاں سے نکلا ہے، لیکن اگر دشمن نے وہ خطہ مذاکرات کے نتیجے میں چھوڑا ہو تو اس کی تہذیب کے زہریلے اثرات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ چونکہ ہمیں بھی آزادی کا پروانہ میدان جنگ کی بجائے مذاکرات کی میز پر ملا ہے اس لئے آج تک چند مخصوص عناصر اپنی اقدار و روایات کے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہیں اور مغرب کی طرف سے آنے والے ہوا کے ہر جھونکے پر خزاں رسیدہ پتوں کی طرح سجدہ ریز ہونے لگتے ہیں۔ جب بھی سال نو کی آمد ہو مغرب کے آلۂ کار مغربی تہذیب و ثقافت کی بھٹی کو ''نیو ایئر ڈے'' اور ''نیو ایئر نائٹ'' کے ایندھن سے گرمانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کراچی، لاہور سمیت تمام بڑے شہروں میں اس قبیح رسم کو منانے کی تیاریاں زور و شور سے شروع ہو جاتی ہیں۔

''نیو ایئر ڈے'' کی ابتدا کہاں سے اور کب ہوئی؟ اس کا ابتدائی تصور کیا تھا؟ اس کے

ساتھ ''نیوایئر نائٹ'' کو بطورِ رسم منانا کب شروع کیا گیا؟ اور آج ہمارے معاشرے پر اس کے پڑنے والے مضر اور خطرناک اثرات کیا ہیں؟ آیئے! تاریخ کے دامن میں ان سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مختلف اقوام میں ''نیوایئر ڈے'' کی ابتدائی تقریبات

''نیوایئر ڈے'' کی تاریخ خاصی پرانی ہے۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ نئے سال کے آغاز پر باقاعدہ خوشی کی تقریبات منانے کا رواج سب سے پہلے ۲۰۰۰ ق م کو شروع ہوا۔ اس تقریب کو سب سے پہلے میسوپوٹامیہ (Mesopotamia) کے مقام پر منعقد کیا گیا تھا۔ ان تقریبات کا بنیادی تصور مذہبی تھا یعنی اس دن خوشی منانے کے ساتھ ساتھ کھانا وغیرہ پکایا جاتا اور ثواب وتقرب کی نیت سے غریبوں میں تقسیم کیا جاتا۔ پھر رفتہ رفتہ اس رسم میں دیگر چیزوں کا اضافہ شروع ہوا۔ لوگ جو چاول پکایا کرتے تھے اس کے بھوسے سے رسیاں بٹ لیتے تھے، ان رسیوں پر ذبیحوں کا خون ملایا جاتا تھا اور پھر انہیں شیطانی اثرات سے حفاظت کے لئے گھروں کے دروازوں پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد دم شدہ پانی کے چھڑکنے کا رواج شروع ہوا اور دھیرے دھیرے یہ کھیل کی شکل اختیار کر گیا، یعنی لوگ جمع ہو کر کھیل کود میں دل بہلاتے، ایک دوسرے کو تحائف پیش کرتے اور یہی دم شدہ پانی ایک دوسرے پر چھڑکتے۔ لوگ یہ پانی گھروں میں بھی چھڑکتے تھے اور گھروں کو ترش نارنگی اور مختلف پودوں سے سجاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ اچھی قسمت، خوشحالی اور درازیٔ عمر کیلئے مفید ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا اس تقریب کے آغاز کی طرف اجمالی اشارہ کرتا ہے:

The earliest known record of a New Year festival dates from about 2000 BCE in Mesopotamia, where in Babylonia the new year (Akitu) began with the new moon after the spring equinox (mid-March) and in Assyria with the new moon nearest the

autumn equinox (mid-September).

(Encyclopædia Britannica Ultimate Reference Suite. 2013)

ترجمہ: ”سال نو کی تقریبات کی معلوم تاریخ میں یہ سب سے پہلے ۲۰۰۰ ق م میں سلطنت میسوپوٹامیہ میں منایا گیا، جس میں شمالی علاقے بابل میں 'اکیتو' (نیا سال) موسم بہار کے اعتدال شمسی کے قریب وسطِ مارچ میں اور جنوب مشرقی علاقے اسیریا میں موسم خزاں کے اعتدال شمسی کے قریب وسط ستمبر میں نئے چاند کے ساتھ شروع ہوتا تھا۔“

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق یونانی اور مصری ۵۰۰ ق م سے نیو ایئر ڈے منانا شروع ہوئے۔ قدیم رومی کیلنڈر میں سال کا آغاز مارچ سے ہوتا تھا لہٰذا یہ لوگ فروری کے آخری ہفتے میں نئے سال کی تقریب منانے کی تیاریاں شروع کر دیتے تھے لیکن ۱۵۳ ق م کے بعد سالِ نو کے آغاز کا نقطہ سرکاری سطح پر یکم جنوری مقرر کیا گیا۔ اس طرح یہ تقریب ہلچل کا شکار ہو گئی لیکن جلد ہی جولین نے ایک نیا کیلنڈر تیار کیا اور اسے اتنی شہرت ملی کہ سرکاری سطح پر اس کا نفاذ ہو گیا۔ غالباً اس میں سال نو کا آغاز ماہِ اپریل سے ہوا کرتا تھا۔ جولین کیلنڈر کی ابتداء ۴۶ ق م میں بتائی جاتی ہے۔ اس مسلسل ردوبدل میں حکومتی اور عوامی حلقے باہمی کشمکش اور تصادم کا شکار رہے جس کی وجہ سے ”نیو ایئر ڈے“ کی تقریب بھی مختلف تواریخ میں گھومتی رہی۔

(انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ج:۱ص:۶۴۵ مادہ: نیو ائیر ڈے، مع اضافہ وتبصرہ)

یہودی مذہب کے کیلنڈر کے مطابق سال نو کا آغاز ٹیشری (Tishri) مہینے کے پہلے دن سے ہوتا تھا اس مہینے کی ابتداء عیسوی کیلنڈر کے ۶ ستمبر سے ۱۵ اکتوبر کے درمیان کسی تاریخ سے ہوا کرتی تھی اور یہی نیو ایئر ڈے کی تقریب کا دن تھا۔

قرونِ وسطٰی میں اکثر یورپی نصاریٰ نے ۲۵ مارچ یعنی Feast of the Annunciation کو سال کا آغاز قرار دیا۔ ان کے مطابق یہ وہ دن تھا جب حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی خوشخبری سنائی گئی تھی۔ اگرچہ ''نارمن'' کی فتوحات سے قبل انگریزوں کا سال ۲۵ دسمبر سے شروع ہوا کرتا تھا، فاتح ولیم (William) نے پھر سے اعلان کیا کہ سال کا آغاز یکم جنوری سے ہوگا۔ بعدازآں برطانوی نہ مانے اور انہوں نے دیگر یورپی نصاریٰ کے ساتھ ۲۵ مارچ کو ''نیوائیرڈے'' منانا شروع کردیا۔ اسی طرح یہ سلسلہ پختہ ہوگیا اور مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۵۸۲ء کو گریگوری کیلنڈر ایجاد ہوا جسے موجودہ عیسوی کیلنڈر کہا جاتا ہے۔ پوپ گریگوری نے سابقہ تمام کیلنڈروں کو غلط قرار دے دیا اور ''نیوائیرڈے'' منانے کے لیے یکم جنوری کی تاریخ کا اعلان کردیا۔ گریگوری کے اعلان پر رومن کیتھولک چرچ سے وابستہ ممالک مثلاً فرانس اور اس کی ریاستوں نے فوراً ہی اسے قبول کرلیا اور یکم جنوری کو حکومتی سرپرستی میں باقاعدہ ''نیوائیرڈے'' کی تقریب کا اہتمام ہونے لگا۔ ان تقریبات میں پہلی دفعہ شاہی عیش وعشرت کا غلبہ ظاہر ہوا۔ چند سال تک ان تقریبات میں پرانے اثرات کچھ نہ کچھ برقرار رہے جسے مذہبی رنگ کہا جاسکتا ہے لیکن جلد ہی اسے بادشاہوں، وزیروں اور امیروں کی عیاشی نے فحاشی کا تہوار بنادیا۔ فحاشی کا یہ اثر خاص حلقوں سے عوام تک سرایت کرآیا اور رفتہ رفتہ ''نیوائیرڈے'' ان تمام مخرب اخلاق افعال کا مجموعہ بن گیا جو یورپی ممالک کا طرۂ امتیاز ہیں۔

اس کیلنڈر کے مطابق یکم جنوری کو باقاعدہ ....

☆ اسکاٹ لینڈ (Scotland) میں ۱۶۶۰ء کو ''نیوائیرڈے'' شروع کیا گیا۔

☆ ڈنمارک نے تقریباً ۱۷۰۰ء میں اس قبیح رسم کا آغاز گریگوری کیلنڈر تسلیم کرنے کے ساتھ کیا۔

☆ برطانیہ کے ہاں ۱۷۵۲ء کو اس نے باقاعدہ رواج پکڑا۔

☆ روس نے ۱۹۱۸ء میں گریگوری کیلنڈر کے سرکاری نفاذ کے ساتھ ''نیوائیرڈے'' منانے کا اعلان کیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ج:۱، ص:۵۴۶)

ان تمام ممالک میں ''نیوائیرڈے'' کے اس جدید آغاز پر وہ مذہبی تصورات دم توڑ گئے جو

کبھی ''نیوائیرڈے'' کا لازمی حصہ ہوا کرتے تھے اور آج ''نیوائیرڈے'' کے آغاز کے چار ہزار سال بعد ان ممالک میں اس دن بدکاری، جوا اور شراب نوشی لازمی اور ضروری سمجھے جاتے ہیں اور ان حیوانی اور شہوانی افعال کے بغیر ''نیوائیرڈے'' کو نامکمل قرار دیا جاتا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق ہندوستان سمیت جنوبی ایشیا کے اکثر ممالک میں ان تقریبات کے اندر قدیم بدھ مت مذہب کے آثار نمایاں رہے ہیں۔تھائی لینڈ میں تقاریب پر یہی اثر پایا جاتا تھا۔بدھ راہب اس دن بھوتوں کو بلاتے تھے اور لوگ ان راہبوں کو تحائف پیش کرتے تھے۔ یہ تحفے معبودانِ باطلہ کے ناموں پر ہوتے تھے۔اس دن لوگ باہم ملتے وقت ایک دوسرے پر پانی چھڑکتے تھے اور جوا، جو کہ عام طور پر ناپسند کیا جاتا تھا، اس تین روزہ تقریب میں کھلی چھوٹ دے کر کھیلا جاتا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ج:۱،ص:۵۴۶)

دیگر ممالک کی طرح چین میں بھی ان تقریبات پر خاص توجہ دی جاتی ہے اور ''نیوائیر ڈے'' سے لے کر ایک مہینے تک سال نو کا جشن منایا جاتا ہے۔اس میں چند مذہبی عملیات بھی ادا کئے جاتے ہیں جسے چینی شیطانوں کو بھگانے کا عمل قرار دیتے ہیں۔اس کے علاوہ تھیٹر کی دیگر کارکردگیاں مثلاً کھیل اور ڈرامے وغیرہ دکھائے جاتے ہیں۔ان تماشوں کے ساتھ ساتھ چینی ان ایام میں خاص طور پر آتش دان، دولت اور اپنے آباؤ اجداد کی پرستش کرتے ہیں۔

جاپان میں ''نیوائیرڈے'' مشہور ترین تقریب کے طور پر منایا جاتا ہے۔جاپان کے لوگ اس تقریب کو اپنی زبان میں ''گان جٹ سو'' (Ganjitsu) کہتے ہیں۔اسے ''شوگٹ سو'' (Shogatsu) کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔پہلا نام نئے سال کے آغاز کی طرف مشیر ہے اور دوسرا جاپانی زبان میں ''اصلی اور حقیقی دن'' کا معنی رکھتا ہے۔غالبًا یہ جاپانیوں کے اس عقیدے کی ترجمانی کرتا ہے کہ اچھی بری قسمتیں نئے سال کے شروع کے دنوں میں لکھی جاتی ہیں۔ان دنوں کو آنے والے ایام کے نصیب اور قسمت کا نمائندہ کہا جاتا ہے۔

جاپانی اس دن گھروں کو خاص طور پر صاف کرتے ہیں، پھر خصوصی مہمانوں کو دعوت دی جاتی ہے اور باہم تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے۔ جاپانی اپنے گھروں کے دروازوں اور داخل ہونے والے راستوں میں شمیناوا (Shimenawa) نامی مقدس رسی لٹکاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ رسی لٹکانے کی وجہ سے شیطانوں کے اثرات دور ہو جاتے ہیں اور اچھی قسمت ملتی ہے۔ جاپانی اس دن دو مقدس کھانے 'موکی' (Mochi) اور 'زونی' (Zoni) تیار کرتے ہیں۔ پہلا کھانا چاول کے کیک کی شکل میں ہوتا ہے اور دوسرا سبزیوں اور موکی کا شوربہ ہوتا ہے۔ یہ کھانا اس دن آنے والے خاص مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے اور اسے مقدس ضیافت قرار دیا جاتا ہے۔ ان دِنوں باہم مخلوط کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں اور ہر طرح کی رنگ رلیاں بھی منائی جاتی ہیں۔ یہ تقریبات سات دن تک جاری رہتی ہیں اور ساتویں دن سجاوٹیں وغیرہ ختم کردی جاتی ہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ج:۱،ص:۵۴۶)

مستند تاریخی شواہد کے تناظر میں اس قبیح رسم کا آغاز خالص مغربیوں کا اختراعی ہے۔ اہلِ مغرب کے ہاں اس کا آغاز بھی ایک مذہبی تقریب کی حیثیت سے ہوا تھا لیکن جس طرح کرسمس ڈے اور ویلنٹائن ڈے جیسی رسومات آج فحاشی اور عریانی پھیلانے کا اہم ہتھیار بن چکی ہیں، نیو ائیر ڈے بھی ان سے کم نہیں۔

اور آج مذکورہ تمام ممالک میں اس دن بدکاری، جوا بازی، شراب نوشی اور مخلوط رقص و موسیقی جس اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے اس کا حساب لگانا مشکل ہے۔ یہی وہ زہریلے عناصر ہیں، جنہوں نے مغربی معاشرے میں شرافت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں اور آج مغرب ٹھوس منصوبہ بندی کے ذریعے یہی زہر ہمارے پاکیزہ معاشرے کو تباہی و بربادی کے گڑھوں میں دھکیلنے کے لیے ہماری طرف منتقل کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر ان مغربی رسومات کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے مثبت کردار ادا کرنا ہوگا، وگرنہ ان کا اٹھایا ہوا یہ طوفان ایک نہ ایک دن ہمارے معاشرے کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر رکھ دے گا۔

(جاری ہے)